* ڈاکٹر راجہ نزاکت علی خان

** پروفیسر ڈاکٹر خواجہ زاہد عزیز

کشمیر اور پنجاب کے روابط: ایک تجزیاتی مطالعہ

Abstract:

Kashmir the heaven on earth is rich in historical annals and civilizational and cultural blend, it has remained a meeting point of different cultures and best seat of learning in the subcontinent. Consequently, it has attracted invaders, preachers, learners and tourists in different periods of time. Its geographical boundaries are adjoined with China, India and Pakistan. The region is connected with long border with Punjab from Indian and Pakistani sides. With the same understanding in mind, this article aims to highlight the geographical, religious, cultural, and economic linkages existing between Kashmir and Punjab. The objective of the research is to discover the multidimensionality of Kashmir-Punjab relationship from the perspective of connected history. This is followed by highlighting the commonalities and dependencies of each other in various aspects of life.

Keywords: *Kashmir, Punjab, geographical, religious, linguistics, literary, economic relationships.*

تعارف:

خطہ کشمیر تاریخی، علمی، ادبی اور تہذیبی و ثقافتی ورثہ کا حامل ایسا خطہ ہے، جس میں مختلف مذاہب خاص طور پر ہندومت، بدھ مت اور اسلام نے عروج حاصل کیا۔ ہزاروں سال سے یہ خطہ مختلف تہذیبوں (ہندوستانی، یونانی، عربی اور ایرانی) کے معاشرتی اور ادبی خدوخال کو سموئے ہوئے ہے۔

ہمالیہ، قراقرم اور ہندوکش کے پہاڑی سلسلوں کی آغوش میں گھرا ہوا یہ خطہء ارضی جغرافیائی اعتبار سے بھی اہمیت کا حامل ہے۔ قدرتی رعنائیوں اور طلسماتی وملکوتی حسن سے مالا مال اس جنت ارضی نے حملہ آوروں، مبلغین اور سیاحوں کو ہر دور میں اپنی توجہ کا مرکز بنائے رکھا۔ خطہء کشمیر کی طویل سرحد پنجاب سے ملتی ہے اور اس جغرافیائی حقیقت کی وجہ سے پنجاب کے ساتھ اس کے مضبوط تہذیبی، ثقافتی، ادبی اور معاشرتی روابط ہمیشہ سے رہے ہیں۔ یہ روابط صدیوں پرانے ہونے کے باوجود دورحاضر میں بھی مضبوط سے مضبوط تر ہیں۔

جغرافیائی روابط:

پنجاب اور کشمیر کا جغرافیائی رابطہ ایک حقیقی اور قدرتی امر ہے۔ دونوں خطے جغرافیائی حقیقت کی وجہ سے کئی مشترک اکائیوں کے ساجھے دار ہیں۔ مذہبی ہم آہنگی ہو یا معاشرتی، دونوں خطوں کی سرحد پر رہنے والوں میں فرق کی جانچ پرکھ مشکل ہے۔ بہ ظاہر یہ سرحد زمینی ہے لیکن یہ سماجی، معاشرتی اور تہذیبی روابط کی راہ میں رکاوٹ کسی طرح سے بھی نہیں ہے۔ 1947ء کی تقسیم ہند کے بعد جہاں پنجاب دوحصوں میں بٹ گیا وہاں ریاست جموں وکشمیر بھی منقسم ہوگئی لیکن پنجاب کے دونوں حصوں کے ساتھ روابط ابھی تک قائم و دائم ہیں۔ نتیجتاً کئی سو میل لمبی سرحد کے باوجود پنجاب اور جموں وکشمیر کے لوگ آپس میں کئی مضبوط رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں۔

جغرافیائی اشتراک کی بدولت جموں وکشمیر کے لوگوں کی آمدورفت صرف بذریعہ پنجاب ہی ممکن ہے جس کے لیے ماضی اور حال میں پنجاب کے شہر سیال کوٹ سے جموں اور سری نگر، پٹھان کوٹ سے جموں اور سری نگر، راول پنڈی سے مظفرآباد، راول پنڈی سے ایبٹ آباد، مانسہرہ، مظفرآباد اور سرینگر، دینہ سے میرپور، گجرات سے بھمبر، راجوری اور سری نگر کی طرف راستے ذرائع آمدرفت کے تھے اور ہیں۔ (1)

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہے کہ ہزاروں سال سے خطہءکشمیر سے کاروان تاجکستان، سنکیانگ، تبت، پنجاب اور افغانستان کی طرف جاتے رہے۔ یہ مذہبی، تجارتی اور سیاحت کی غرض سے سفر کرتے رہے۔ ان راستوں سے دونوں خطوں کے درمیان نقل وحمل کرنے والے روزانہ ہزاروں لوگ یقیناً تہذیبی اور سماجی روابط کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح خطہ کشمیر سے نکلنے اور بہنے والے دریا بھی پنجاب کی لہلاتی فصلوں کی جان، پن بجلی اور صنعتی ترقی کے ضامن ہیں۔ تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ کشمیر کو فتح کرنے کا خواب دل میں لیے محمود غزنوی نے بھی براستہ پنجاب کشمیر پر حملے کیے تھے

بعد ازاں مغل افواج نے بھی کشمیر کو براستہ پنجاب حملہ آور ہو کر فتح کیا اور اس کے بعد افغانوں اور سکھوں نے بھی یہی راستے چنے تھے اور کشمیر پر قابض ہوئے۔ جہاں پنجاب سے کشمیر کو فتح کرنے کے لیے حملہ آور آتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ ایسے سیاح بھی آئے جن میں البیرونی، جیروم زاویر، ڈی گوز، برنیئر، جارج فاسٹر اور دوسرے کئی نام شامل ہیں جنھوں نے یا تو کشمیر سے پنجاب کی طرف یا پنجاب سے کشمیر کی طرف سفر کیا تھا۔ ایسے لوگ نئی ثقافت کے ساتھ سفر کرتے رہے۔

مذہبی روابط:

جغرافیائی قربت ہی کی وجہ سے پنجاب اور کشمیر کے درمیان خوب صورت مذہبی ہم آہنگی قائم ہے۔ ماضی میں پنجاب میں جو مذہب رائج رہا وہی کشمیر میں بھی رہا۔ برصغیر میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی خطہ کشمیر میں بھی اسلام اور مسلمانوں کا ظہور ہوا۔ محمد بن قاسم جب فتح سندھ کے بعد پنجاب کی طرف بڑھے تو ان کی جماعت سے ایک مبلغ حمیم بن سام اور راجا داہر کے بیٹے جے سیا ہم راہ انیس مسلمان مبلغین کے ساتھ وادی کشمیر وارد ہوئے۔ گو کہ حمیم بن سام واپس چلے گئے لیکن وہ کشمیر میں اسلام کی داغ بیل ڈال کر گئے۔ (2) اس کے بعد جب ہندوستان پر محمود غزنوی نے یلغار کی تو اس کے بعد وہ کشمیر کی طرف بڑھے۔ کشمیر پر ان کے دونوں حملے (پہلا 1015ء اور دوسرا 1021ء) براستہ پنجاب ہی ہوئے تھے۔ ان حملوں میں بھی بعض مسلمان عالم اور مبلغین وادی کشمیر کی طرف روانہ ہوئے اور سکونت اختیار کی۔ گو کہ کشمیر میں اسلام کی باقاعدہ تبلیغ 1320ء میں مسلم دورِحکومت کے ساتھ ہی ہوئی لیکن تاریخی شواہد کے مطابق کشمیر میں اسلام کی قندیلیں خطہ پنجاب کی طرف سے بہت پہلے روشن ہو چکی تھیں۔

کشمیر میں اسلام کی اشاعت و ترویج میں مبلغین اور صوفیائے کرام جن میں حضرت عبدالرحمن عرف بلبل شاہ، سید علی ہمدانی اور دوسرے صوفیائے کرام شامل تھے جنھوں نے باقاعدگی سے اسلامی معاشرے کی بنیاد ڈالی۔ کشمیر میں اسلام صوفیائے کرام کی محنت ومحبت اور بعض بادشاہوں کی کاوشوں اور مذہبی رجحانات کی وجہ سے پھیلا۔ ان صوفیائے کرام میں بعض پنجاب کے علاقوں سے ہجرت کر کے وارد کشمیر ہوئے اور اسلام کی تبلیغ کی۔ ان صوفیائے کرام میں سے مظفرآباد میں سائیں سہیلی سرکار، سید شاہ عنایت ولی (3) راجوری میں بابا غلام شاہ بادشاہ اور دوسرے کئی صوفیا اور بزرگ شامل ہیں جن کی کاوش سے خطہ کشمیر مشرف بہ اسلام ہوا۔ پنجاب صوفیائے کرام کی سرزمین ہے اور کشمیر میں بھی اسلام بزرگانِ دین کی بدولت ہی پھیلا۔ دونوں خطوں کے صوفیائے کرام، بزرگانِ دین اور لوگوں کے درمیان مذہبی اور روحانی تعلق کشمیری

مسلمانوں کو پنجاب سے مذہبی ہم آہنگی اور رشتے میں باندھے ہوئے ہے۔ آج بھی آزاد کشمیر کے لوگ پنجاب میں صوفیائے کرام کی درگاہوں پر عقیدتاً حاضری دیتے ہیں اور اسی مذہبی نسبت کی وجہ سے آزاد کشمیر کے لوگ پنجاب کے لوگوں کے ساتھ بلا جھجک ایک معاشرتی اور سماجی تعلق قائم کیے ہوئے ہیں۔

لسانی اور ادبی تعلق:

مذہبی تعلق کی طرح کشمیر اور پنجاب کے آپس میں لسانی و ادبی روابط بھی قائم ہیں۔ کشمیریوں کی ایک بڑی تعداد پنجابی زبان سے نہ صرف واقفیت رکھتی ہے بلکہ لکھتی پڑھتی بھی ہے۔ پنجاب کے ساتھ جموں وکشمیر کے متصل علاقوں مثلاً بھمبر، میرپور، جموں، کٹھوعہ اور سانبہ میں پنجابی زبان بولی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر کئی علاقوں میں پنجابی زبان بولنے والے خال خال پائے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ کشمیر کی علاقائی بولیوں میں پنجابی زبان کے کئی الفاظ مشترک ہیں اور یہ لسانی تعلق صدیوں پرانا ہے۔ اسی طرح جموں وکشمیر کے ادب میں پنجابی زبان کا ایک ثروت مند سرمایہ موجود ہے۔ مشہور صوفی بزرگ میاں محمد بخش کا کلام، حمد وثناء، نعت گوئی، ضرب الامثال اور محاورے پنجابی زبان کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ میاں محمد بخش کے پنجابی کلام کے بارے میں ڈاکٹر سید اختر جعفری رقم طراز ہیں:

> ''پنجابی وچ جس طرح ہیر رانجھے دہ قصہ سینکڑاں شاعراں نے لکھیا پر مشہوری وارث شاہ دے قصے نوں حاصل ہوئی ایسے طرح پنجابی وچ حضرت میاں محمد بخش دے سیف الملوک نوں ای شہرت عام تے بقائے دوام حاصل ہویا۔''(4)

میاں محمد بخش کی اٹھارہ میں سے سترہ کتب پنجابی زبان میں ہیں(5) گویا ریاست جموں وکشمیر میں میاں محمد بخش نے پنجابی زبان کی بھرپور ترجمانی کی۔ ان کا پنجابی کلام ریاست جموں وکشمیر میں تمام مذاہب سے بالاتر ہو کر قارئین بڑے ذوق اور عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ان کے پنجابی کلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ ہر خواندہ و ناخواندہ نصیحت کے طور پر پڑھتا اور سنتا ہے۔ میاں محمد بخش کے حمدیہ کلام کا ایک نمونہ پیش ہے۔

اول حمد ثناء الہیٰ جو مالک ہر ہر دا
اس دا نام چتارن والا ہر میدان نہ ہر دا (6)

میاں محمد بخش نے مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح اور اخلاقی اقدار کو اپنے کلام کے ذریعے سنوارا۔ ان کی معاشرتی اصلاح کے بارے میں اختر جعفری لکھتے ہیں:

> ''میاں محمد بخش کے کلام میں ادب، نصیحت اور چاشنی ہے۔''(7)

ان کی ضرب المثل کا ایک نمونہ جو اکثر لوگوں کی زبان زد عام ہے:

نیچاں دی اشنائی کولوں فیض کسے نہ پایا
ککر تے انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا (8)

ریاست جموں وکشمیر میں میاں محمد بخش کا کلام، پنجابی زبان سے آشنائی کا اہم ذریعہ ہے اور یقیناً یہ دوخطوں پنجاب اور کشمیر کے درمیان لسانی و ادبی تعلق کو بھی قائم کیے ہوئے ہے۔علاوہ ازیں پنجابی زبان کی کشمیر میں ترجمانی وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو خطہ پنجاب کی سرحد کے ساتھ متصل ہیں یا پھر ایسے لوگ جو عرصہ دراز سے پنجاب کے مختلف شہروں میں آباد ہیں۔

مگر نہایت اہمیت کا حامل کشمیری ادیبوں کا وہ طبقہ ہے جو اپنے کلام میں پنجابی زبان کے ساتھ روابط قائم کیے ہوئے ہے۔کشمیری شعرااور ادبا جنھوں نے پنجابی زبان میں شاعری کر کے اس روایت کو قائم کیاان میں سے زیادہ تر کا تعلق جموں، میرپور، بھمبر، کوٹلی سے ہے یا پھر ایسے علاقوں سے ہے جہاں پہاڑی زبان بولی جاتی ہے۔ان ادیبوں میں ایک نام داس کوہستانی کا ہے۔جن کا کلام پنجابی زبان سے زیادہ مماثلت رکھتا ہے۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

مرشد نالوں دانا بید چنگے، جیہڑے دسدے نیں راہ رحمتاں دے (9)

داس اپنے کلام میں لوگوں کی زبوں حالی اور نادانیوں پر سخت ناراض تھے۔ان کی شاعری میں ایک مفکرانہ جھلک دکھائی دیتی ہے۔(10) اس کے علاوہ بھی بہت سے شعراء اور ادیب ہیں جنھوں نے پنجابی بولی کو اپنے ادب کا حصہ بنا کر پنجاب کے ساتھ لسانی و ادبی تعلق قائم کیا۔کشمیر کے پنجاب کے ساتھ لسانی اور ادبی روابط کی ایک وجہ وہ کشمیری بھی ہیں جو عرصہ دراز سے خطہ پنجاب میں حصول تعلیم یا پھر حصول روزگار کے لیے پنجاب میں آباد ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو ڈوگرہ دورحکومت میں پنجاب سے برطانوی انتظامیہ کی طرف سے جموں وکشمیر میں انتظامی عہدوں پر فائز کیے گئے تھے، ان میں خوشی محمد ناظر، پروفیسر اکرم طاہر اور بہت سارے اسی طرح کے نام ہیں۔ بنیادی طور پر یہ لوگ پنجابی النسل تھے اور بعد میں کشمیر کے ہی ہو کر رہ گئے۔(11)

ریاست جموں وکشمیر میں پنجابی زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں حکیم فیروزالدین طغرائی کی شاعری، الطاف قریشی کی کہانیاں اور ڈرامے اور پنجابی نظموں کا مجموعہ (اگ تے بلارے)، جابرآزادطور، مولانا محمد خلیل ثاقب کی شاعری، تصدق حسین اثر، چوہدری محمد شریف طارق، چوہدری فضل کریم، چوہدری غلام حسین، حاجی محمد شفیع خاکی، حکیم قاضی محمد خان، حکیم سید علی اکبر شاہ اور بوٹا خان راجس کی شاعری کے علاوہ

ڈاکٹر صابر آفاقی کا نام بھی ہے جن کے کلام کا ایک نمونہ یوں ہے۔

میرے گھر دے بوہے بجنو دوہاں پاساں کھلدے نیں
میں ہی نیں بے صبرا صابر ایہو رونے کل نے نیں (12)

دوسرے ادبا جنھوں نے پنجابی زبان و ادب کے ساتھ روابطہ قائم کیے، ان میں خاکسار سائیں حضوری شاہ، خلیل احمد خان چوہدری، خواجا بشیر سرتاج راجوروی، سیدہ ڈاکٹر آمنہ بہار، سید محمد حسین شاہ (مجموعہ سیاہ مرہ واہ) سائیں الف دین کا مجموعہ (ڈولی نامہ) اور عدالت شاہین کا حمدیہ نعتیہ اور وطنیت پر گایا ہوا پنجابی کلام کشمیر میں پنجابی ادب کا سرمایہ ہیں۔ عدالت شاہین پنجابی میں یوں لب گویا ہیں:

حکم ہووے سرکار ولوں نعرہ اللہ اکبر دا مار چلاں
نبی پاک ﷺ دا ورد زبان اتے سجے ہتھ وچ پکڑ تلوار چلاں (13)

مزید جن کشمیری ادیبوں نے پنجابی زبان و ادب کے ساتھ تعلق کو جوڑے ہوئے ہے ان میں غلام رسول، کریم اللہ قریشی، محمد الدین راجوروی، محمد صادق سوز (مجموعہ سوز دیاں سوچاں) اور میاں محمد ریاض چوہدری کی شاعری کے علاوہ میاں محمد کی حمد اور نعت بھی ہے۔ اس صف میں محمد صغیر آسی اور وحید چراغ بھی شامل ہیں جنھوں نے پنجابی زبان میں کچھ نہ کچھ ادبی سرمایہ چھوڑا ہے۔ (14) بہرحال کشمیر کے خطہ پنجاب کے ساتھ لسانی، ادبی روابط میں اولیت ان لوگوں کو حاصل ہے جو علم و ادب سے وابستہ ہیں، دوم وہ لوگ جنھوں نے کشمیر سے جا کر خطہ پنجاب میں زمینیں و جائیدادیں خریدیں اور پھر وہی آباد ہو گئے اور سوم ایسے لوگ جو حصول روزگار کے لیے پنجاب کے مختلف شہروں میں آباد ہیں۔

ثقافتی روابط:

کشمیر اور پنجاب کے درمیان ثقافتی روابط اتنے ہی پرانے ہیں جتنے لسانی اور ادبی، پنجاب سے متصل علاقوں جموں، سانبہ، کٹھوعہ، میرپور، اور بھمبر میں پنجاب کے ثقافتی خدوخال بہت گہرے ہیں۔ ان علاقوں میں رسم و رواج اور شادی بیاہ کی تقریبات تقریباً پنجاب کے طرز پر ہی ہوتی ہیں۔ شادی بیاہ کی تقریبات میں گیت گانا، مہندی، ڈھولکی، بھنگڑا اور ڈانس بھی پنجاب کے طرز پر ہیں۔ دونوں خطوں میں ثقافتی تعلق اور رابطہ کی بڑی وجہ پنجاب اور کشمیر کے لوگوں میں شادیوں، دوستانہ تعلقات اور خوشی و غمی میں شرکت ہے۔ اگر تاریخی اعتبار سے دونوں خطوں میں ثقافتی اشتراک کو دیکھا جائے تو ان میں وہ کشمیری موسیقار بھی شامل ہیں جو پنجاب میں جا کر اپنے فن کا مظاہرہ پنجابی زبان میں کرتے تھے۔ اس بارے میں جی ایم

ڈی صوفی لکھتے ہیں:

> Kashmiri Sazandas (Player) are expert upon the Tuti or Shahnai. The popularity of the Kashmiri Band in the Punjab could be gauged from the fact that it is in demand on marriage occassions in places like Amritsar, Lahore and Ludihana.[15]

اس کے علاوہ کشمیری ڈرامہ بھانڈ پتھر میں بھی کشمیری ڈرامہ نگار پنجاب میں جا کر پنجابی زبان میں ڈرامہ نگاری کرتے تھے۔[16] ان دونوں خطوں کے درمیان ثقافتی روابط کو قائم کرنے میں ہر شعبہ زندگی سے وابستہ لوگوں کے ساتھ ساتھ ان کشمیری خاندانوں کا بھی کردار ہے جو سکھ اور ڈوگرہ دور میں کشمیر سے ہجرت کر کے پنجاب میں آباد ہوئے اور جن کی تعداد 1886ء میں تقریباً 4ہزار کے قریب تھی اور یہ کشمیری اپنے آپ کو پنجاب کی ثقافت کے رنگ میں رنگتے گئے۔ان کی اولا دیں آج (پنجابی کشمیری) کہلاتی ہیں۔[17] آزاد کشمیر کے لوگوں نے پنجابی ثقافت کو کسی نہ کسی طرح اپنے معاشرے میں ضرور جگہ دی ہے۔اس کی وجہ شادی بیاہ اور دیگر خوشی وغم کی تقریبات کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں لاہور، راول پنڈی اور سیال کوٹ کے لوگوں کے ساتھ رشتے ناطے اور دوستانہ تعلقات ہیں۔دونوں خطوں کے درمیان ثقافتی رشتے کو پروان چڑھانے میں کشمیری شالیں اور ہاتھ سے بنی ہوئی کئی دوسری مصنوعات بھی شامل ہیں جو پنجاب کے لوگ بڑے شوق سے استعمال کرتے ہیں اور ان کی فروخت کا مرکز لاہور، راول پنڈی اور امرتسر تھے اور آج بھی ان کشمیری مصنوعات کی مانگ اچھے داموں پر ہے۔[18] اس کے علاوہ دونوں خطوں کے پکوانوں میں بھی بعض قدریں مشترک ہیں۔آزاد کشمیر کے علاقوں بھمبر، میر پور، کوٹلی اور مظفرآباد میں تقریباً پنجاب طرز کے ہی پکوان پکائے جاتے ہیں۔اسی طرح راول پنڈی، لاہور اور سیال کوٹ میں کشمیری چائے اور کھانوں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔

تعلیمی روابط:

پنجاب اور کشمیر کے درمیان تعلیمی روابط گہرے دیرپا اور صدیوں پرانے ہیں۔آزاد کشمیر کے علاقے نیلم ویلی (شاردہ) میں قائم بدھ مت کی درس گاہ میں سری لنکا، ہندوستان اور پنجاب سے لوگ آ کر مستفید ہوتے رہے۔[19] زمانہ ماضی میں کشمیر پورے برصغیر میں علم و ادب اور تہذیب وثقافت کا گہوارہ رہی ہے۔انیسویں صدی میں جب برصغیر میں انگریزوں کے زیراثر جدید تعلیمی نظام کی بنیاد پڑی اور اس کی خواہش کشمیریوں کے دل میں بھی جاگی لیکن ڈوگرہ حکومت میں زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کے

ساتھ ناروا سلوک کی وجہ سے کشمیر کے مسلمان تعلیمی پسماندگی کا شکار رہے۔ اس وجہ سے کشمیری مسلمان طلبہ نے پنجاب کے مسلم اکثریتی علاقوں کی طرف حصول تعلیم کے لیے رخت سفر باندھا۔ ان میں ایسے نام بھی ہیں جو پنجاب کے ہی ہو کر رہ گئے اور علم و ادب کی دنیا میں بڑا نام کمایا۔ علامہ اقبال کا خاندان بھی کشمیر سے جا کر پنجاب میں آباد ہوا۔ سعادت حسن منٹو، چراغ حسن حسرت، آغا شورش کاشمیری، ڈاکٹر رشید امجد اور متعدد ایسی ہی شخصیات موجود ہیں۔

مذہبی ہم آہنگی اور رشتے کی بنیاد پر پنجاب کے مسلمانوں نے بھی کشمیری مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے بھرپور آواز اٹھائی۔ 1909ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں میاں محمد شفیع نے اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر انکشاف کیا تھا کہ ڈوگرہ حکومت کشمیری مسلمانوں کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتی۔[20] پنجاب کے مسلم اکابرین کشمیری مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے ہر طرح سے جدوجہد کر رہے تھے۔ اس کاوش میں لاہور کے ریٹائر ڈ ڈسٹرکٹ جج خان بہادر احمد خان، انجمن حمایت اسلام لاہور کے سیکرٹری حاجی میر شمس الدین، امرتسر کے رئیس خواجا نظام الدین اور گوجرانوالہ کے عطا محمد خان نے مہاراجہ کشمیر کو مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے سفارشات بھی پیش کی تھیں۔[21]

اس دور میں کئی نامی گرامی طالب علم کشمیر سے لاہور، سیالکوٹ اور راولپنڈی میں تعلیم کے حصول کے لیے آئے جو تعلیمی و ادبی تربیت کے ساتھ ساتھ سیاسی تربیت بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ان میں شیخ عبداللہ جیسے اور بیشتر طلبہ تھے۔ ان طلبہ کی سیاسی و ادبی تربیت میں پنجاب کے مسلم اساتذہ اور اکابرین کا خصوصی کردار رہے جن کی بدولت کشمیری طلبہ کے اندر اپنے حقوق کو حاصل کرنے کا جذبہ بھی بیدار ہوا۔ آج پنجاب کی تمام جامعات میں کشمیری طلبہ بغیر کسی روک ٹوک اور جھجک کے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان جامعات میں جامعہ پنجاب کا نام ماضی اور حال میں سرفہرست ہے اور کشمیری طلبہ کے لیے مخصوص نشستیں بھی ہیں اور مالی معاونت بھی کی جاتی ہے۔

صحافتی روابط:

کشمیر اور پنجاب کے صحافتی روابط نہ صرف پرانے بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ کشمیر میں صحافتی ادب کی روایات خطہ پنجاب سے ہی پڑی ہیں ڈوگرہ دور حکومت کشمیری مسلمانوں کے لیے ظلم وستم کا ایک نیا دور تھا اور اس وقت کشمیری مسلمان تعلیمی پسماندگی کا بھی شکار تھے لیکن پنجاب کے مسلمان کشمیری بھائیوں کے لیے آواز بنے اور اپنے صحافتی ادب کے ذریعے کشمیری مسلمانوں کی آواز کو برصغیر کے حکمرانوں اور دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔ اس کاوش میں اہل لاہور کی خدمات قابل داد اور لائق تحسین ہیں۔ اس میں

جہاں پنجاب کے مسلمان شامل تھے وہاں وہ کشمیری بھی شامل تھے جن کے آباؤ اجداد خطہ کشمیر سے ہجرت کر کے پنجاب کے علاقوں میں آباد ہوئے تھے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد اقبال کا نام تاریخ کے ایک روشن باب کی مانند ہے جنھوں نے اپنی قلم کے ذریعے کشمیری قوم کی نہ صرف ترجمانی کی بلکہ دوسرے اہل قلم کو بھی آمادہ کیا۔ کشمیری مسلمانوں کی فلاح بہبود کے لئے پہلی تنظیم "مجلس کشمیری مسلمانان لاہور 1896ء میں قائم ہوئی۔ اس تنظیم کے بانیان میں علامہ محمد اقبال کے علاوہ خواجا رحیم بخش، میاں محمد کریم بخش اور دوسرے کئی کشمیر النسل اکابرین شامل تھے۔ [22]

کشمیر بورڈ کا قیام جس کے اراکین میں علامہ اقبال، سید محسن شاہ، حاجی شمس الدین، پیر تاج الدین، مسٹر دین محمد (گوجرانوالہ)، پیرزادہ ولی اللہ شاہ (گوجرانوالہ) خواجا عبدالرحمن غازی (فیصل آباد) تھے۔ اس بورڈ کے قیام کا مقصد ڈوگرہ مہاراجا کے مسلمانوں کے ساتھ ناروا اور امتیازی سلوک کو بے نقاب کرنے کے لیے مطبوعات تیار کرنا تھا۔ [23] پنجاب میں کشمیری نسل لوگوں میں محمد الدین فوق کا نام ایک اہم حیثیت کا حامل ہے جن کے نہ صرف صحافتی ادیبوں کے ساتھ روابط تھے بلکہ وہ خود بھی اس سے وابستہ تھے۔ پنجاب کے صحافتی اداروں اور شخصیات سے مل کر کشمیر کے لیے آواز اٹھائی۔ کشمیریوں کے لیے درد دل رکھنے اور ایک مذہبی رشتے کی بدولت پنجاب کے قلمکاروں اور صحافتی ادیبوں کی کوشش سے سیالکوٹ اور لاہور سے اخبارات اور رسائل نکلنا شروع ہوئے مثلاً لاہور سے اخبارات جن میں خیرخواہ کشمیر (لاہور)، کشمیر پرکاش (لاہور)، کشمیر گزٹ (لاہور)، کشمیر مخزن (لاہور)، کشمیر میگزین (لاہور)، اخبار کشمیر (لاہور)، کشمیر مسلمانان (لاہور)، مظلوم کشمیری (لاہور)، سفیر (لاہور)، صبح کشمیر (لاہور) [24] وغیرہ اور سیالکوٹ سے جہاں، پاسبان، ترجمان، کشمیر، رہبر پاکستان، نوجوان، وولر، آزاد وطن، پاک وطن، خوددار، نظام تعلیم، فردوس ادب، راولپنڈی سے انصاف، پاک کشمیر، کشمیری ریاست، خیرخواہ کشمیر، کشمیر پرکاش، کشمیر گزٹ، کشمیر مخزن، کشمیر میگزین، اخبار کشیر، کشمیری مسلمانان، مظلوم کشمیری، سفیر، صبح کشمیر، بہادر کشمیر، ہمدرد کشمیر اور مکتب کشمیر جیسے اخبارات اور میگزین تھے۔ [25]

یہ وہ دور تھا جب کشمیر میں صحافتی ادب پر پابندی تھی اس کے بعد کشمیری ادیبوں نے پنجاب سے شائع ہونے والے اخبارات کی دیکھا دیکھی کشمیر میں صحافتی ادب کو فروغ دیا اور بہت سے اخبارات جن میں وتستا، صداقت، حقیقت، دی مسلم، ہمدرد، اصلاح، وکیل، رہبر، کشمیر ٹائمز، خدمت، ہدایت، نیو کشمیر، نو یگ، پیغام، کشمیر کرانیکل، نور، حریت، لالہ رخ اور پاسبان وغیرہ جیسے اخبارات نکلنا شروع ہوئے۔ [26] دونوں خطوں کے درمیان صحافتی روابط کی ایک تاریخی حیثیت قائم و دائم ہے۔ اب بھی آزاد کشمیر سے شائع

ہونے والے بیشتر اخبارات پنجاب بھر کی خبروں کے عکاس ہیں۔ اس کے علاوہ کئی کشمیر صحافی لاہور، راول پنڈی میں صحافتی ادب سے وابستہ ہیں۔

معاشی روابط:

خطہ کشمیر فطری اور قدرتی طور پر سرزمین پنجاب کے ساتھ اس طرح منسلک ہے کہ اگر اسے نتھی ہونا کیا جائے تو کسی صورت میں غلط نہ ہوگا انسانی تاریخ میں تمام بڑی تہذیبوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کا اہم ترین عنصر معاشی عوامل ہی نظر آئیں گے۔ معاشی اعتبار سے پنجاب جنوبی ایشیاء کی غذائی احتجاجات کی تسکین میں ایک جان کی طرح کردار ادا کرتا رہا ہے اور معاشی روابط نے کشمیر کو ہر دور میں پنجاب کے قریب تر کیسے رکھا جس کا جملہ اثر کشمیر کے تمام پہلوؤں پر مرتب ہوا۔

کشمیر جہاں تک تاریخ کے لحاظ سے مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے زیر سایہ رہا اسی طرح ایران م عراق کی خطہ کشمیر معاشی تعلقات ایران سے سلک روڈ کے ذریعے لداخ سے ہوتے ہوئے وسطی ایشیاء کی ریاستوں اور چین کی طرف جاتے تھے لیکن مضبوط اور زیادہ معاشی تعلقات سرزمین پنجاب کے ساتھ ہیں تقسیم ہند سے پہلے تاریخی راستے تھے جو خطہ کشمیر کو پنجاب سے ملا رہتے تھے ان میں جہلم ویلی کے ذریعے جو مظفرآباد سے ہو کر راول پنڈی جانے والا راستہ تھا نہایت اہمیت کا حامل ہے جس سے معاشی، تہذیبی اور معاشرتی ملاپ ہوتی اپنی ایک تاریخی اہمیت ہے۔

کشمیر اور پنجاب جغرافیائی اعتبار سے ایک دوسرے کے لئے قربت رکھتے ہیں معاشی اعتبار سے بھی کشمیر کا پنجاب پر زیادہ انحصار ہے۔ پنجاب سے ملانے والی مختلف سڑکیں ریاست جموں وکشمیر کے لوگوں کے لیے نہایت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ پنجاب ہی ایسا خطہ ہے جس نے ہمیشہ سے کشمیریوں کو روزگار کے مواقع فراہم کئے۔

افغانوں، سکھوں اور ڈوگرہ ادوار میں کشمیریوں پر ظلم وستم اور معاشی پسماندگی کے سائے تھے جس کی وجہ سے یہ قوم قسم پرسی کا شکار رہوئی اور نتیجتاً کثیر تعداد میں لوگوں نے پنجاب کو معاشی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ بعض اوقات غربت کے مارے ان کو مختلف طرح کی مصیبتیں اور تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔ ظلم اور غربت کے مارے کشمیریوں کے لیے جی۔ ایم ڈی صوفی نے اپنی تصنیف میں یوں لکھا ہے:

تلاش رزق میں تو در بدر ہر وقت پھرتا ہے
کبھی پنجاب تیرا مستقر ہے گاہ شملہ ہے
"ہتو" کہہ کر تیری تحقیر سب اغیار کرتے ہیں

تیری تذلیل اکثر سر بازار کرتے ہیں
اگر انقلاب زندگی سے آشناء ہوتا
تو اتنا منکبت وادبار میں کیوں مبتلا ہوتا [27]

اس تمام تنقید سے آشنائی کے باوجود کشمیری پنجاب کو ہی حصول رزق کے لیے محفوظ سمجھتے تھے جس کی وجہ پنجاب کی مسلم اکثریت اور مسلم اکابرین کا اثر رسوخ تھا۔

ڈوگرہ دور حکومت میں کشمیریوں کی معاشی بدحالی اور پنجاب کی طرف نقل مکانی کی تصویر کشی فدا محمد حسنین ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"Starvation and famine conditions produced mass discontenment in the valley. The worst suffers were the shall workers. The People had no way out except to migrate towards the planes of or die starvation. Migration of the Kashmiries to the Punjab resulted the defemation of the Maharaja."[28]

کشمیریوں کی معاشی بدحالی اور ابتری کے بارے میں شیخ عبداللہ اپنی سوانح عمری آتش چنار میں لکھتے ہیں:

”میں نے کشمیری مسلمانوں کو بڑے بڑے قافلوں کی صورت میں اپنے موجودہ وطن سے پنجاب کے چلچل میدانوں کی طرف جاتے دیکھا یہ لوگ اپنی سرزمین سے روزی نہ پا کر پنجاب کی طرف رخ کرتے تھے۔“ [29]

کشمیر جو قدرتی طور پر پنجاب کے ساتھ منسلک ہے اس کی معاش پر پنجاب کا گہرا اثر ہے۔ راول پنڈی، سیال کوٹ اور امرت سر منڈیاں کشمیریوں کے لیے معشیت کا اہم ذریعہ ہیں اور اس کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں کشمیری پنجاب میں سرکاری و پرائیویٹ اداروں، کاروبار، ہوٹلوں اور دوسرے ذرائع سے روزگار حاصل کرتے ہیں۔ یقینا بیرون ملک میں بھی کشمیریوں کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے لیکن زیادہ دارومدار پنجاب پر ہی ہے۔ خطہ کشمیر اور پنجاب کا معاشی اشتراک دونوں خطوں کے معاشی دارومدار اور انحصار کا عکاس ہے۔ اسی اہمیت اور تعلق کی وجہ سے مقبوضہ کشمیر کے لوگ آج پاکستان کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ ان دونوں خطوں کے معاشی تعلقات اور اہمیت کی عکاسی مقبوضہ کشمیر کے لوگوں کے اس نعرہ سے بخوبی کی جاسکتی ہے۔ جو ہر فرد کے زد و عام پہ ہے۔

تیری منڈی میری منڈی راول پنڈی، راول پنڈی

خلاصہ:

کشمیر جو ہزاروں سال سے مختلف کثیر المذاہبی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی سرگرمیوں کا ایک اہم مقام رہا ہے جس پر ہندوستانی، یونانی، عربی اور ایرانی مذہبوں نے اپنے اثرات چھوڑے ہیں، جغرفیائی لحاظ سے بھی اپنی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کشمیر کی سرحد ایک طرف افغانستان اور چین کے ساتھ اور دوسری طرف سے براستہ پنجاب بھارت اور پاکستان کے ساتھ ملتی ہے یہ سرحد طویل ہے اور کشمیر کی آبادی کو پنجاب کے ساتھ ملائے ہوئے ہے اس کے آر پار بسنے والے کئی تہذیبی رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ جغرافیائی، مذہبی، ثقافتی، معاشی اور ہر طرح کے انہی رشتوں کی بدولت یہ دونوں خطے (پنجاب اور کشمیر) لازم وملزوم ہیں اور دونوں کی مشترک اقدار بھی ہیں۔ کشمیر کا برصغیر میں اپنا ایک منفرد تہذیبی اور ثقافتی ورثہ ہے مگر اس کے خطۂ پنجاب کے ساتھ تعلقات اور پنجاب کی تہذیب وثقافت کے اثرات بھی ہیں، ادبی روابط ہوں یا ثقافتی روابط یہ دونوں خطے کئی مضبوط اکائیوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ ان تمام روابط کو مضبوط کرنے میں ان لوگوں کا کردار اہم ہے جو ماضی یا دورِ حاضر میں کسی نہ کسی طرح ان خطوں سے وابستہ رہے اور یہی لوگ دونوں روابط کو پروان چڑھاتے رہے ہیں۔ انھوں نے ہی ادبی اور ثقافتی ورثے کو ایک لڑی میں پرویا ہے اور اس کے لیے اپنا کردار ادا کیا ہے اور کرتے رہیں گے۔ دونوں خطوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں ایک دوسرے سے خوشہ چینی کی ہے اور اپنے اثرات بھی ثبت کیے ہیں۔ یہ اثرات مذہب سے لے کر تاریخ اور ادب سے لے کر معاشرت تک محیط ہیں۔ مختلف ادوار کے تخلیق کاروں نے ادب کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں نقب لگائی اور مذہب کے ذریعے ان کے دلوں کو گرمایا۔ کشمیریوں نے ہر جگہ اپنی شناخت اور تشخص کو برقرار رکھا ہے۔ اور اس کے مظاہر تلاش کرنے مشکل نہیں۔

☆☆

References:

* Assistant Prof. Institute Of Kashmir Studies, University of Azad Jammu and Kashmir Muzaffarabad

** Department of Kashmir Studies, Oriental College University of Punjab Lahore

1- P.N.K Bamzai- Socio-Economic Histroy of Gulshah Books, Srinagar: Kashmir/1846-1925, 2007)78.

2- Salim Khan Gimi- Kashmir me Ashat-e-Islam (Lahore: Universal Books, 1986)26.

3- Dr. Sabar Afaqi- Muzaffarabad (Lahore: Maqbool Academy 2009)276-77.

4- Dr. Syed Akhtar Jafari- Mian Muhammad Bakhsh: Hayati ty Shairi, (Lahore: Maqsood Publishers 2007)375.

5- Prof. Saeed Ahmed- Mian Muhammad Bakhsh ek Taraf (Rawalpindi: Aas Umeed Publication, 2008)48.

6- As Above, 49.

7- Dr. Syed Akhtar Jafari- Mian Muhammad Bakhsh: Hayati ty Shairi, 375.

8- Prof. Saeed Ahmed- Mian Muhammad Bakhsh ek Taraf, 122.

9- Habib Kaifvi- Kashmir me Urdu (Lahore: Central Urdu Board, 1979)272.

10- As Above, 273.

11- As Above, 273

12- Sageer Asi- Kashmir me Urdu (Lahore: Central Urdu Board, 1979)77, 88, 173, 255, 346, 396, 481.

13- As Above, 392.

14- As Above, 482.

15- G.M.D Sufi- Islamic Culture in Kashmir (Dehli: Capital Publication House, 1996)226 .

16- Farooq Fayaz- Kashmiri FolkLore (Srinagar: Gulshan,Publisher, 2008)118.

17. Shorash Kashmiri- Boey Gul, Nala-o-Dil Dard Chirag Mahfil (Lahore: Chattan Press, 1972)128.

18– G.M.D Sufi- Islamic Culture in Kashmir, 227.

19- Dr. Sabar Afaqi- Muzaffarabad, 31.

20- Muhammad Sarwar Abbasi- Kashmiri Muslmano ki Jidojehd Azadi (Rawalpindi: Shaukat Art Press, 1992)32.

21- As Above, 40.

22- F.M Hussain- Freedom struggle in Kashmir (delhi: Srinder Sethi publishers 1988)21.

23- Kashmiri Muslmano ki Jidojehd Azadi, 45.

24- Habib Kaifvi- Kashmir me Urdu, 141,

25- Muhammd Ishaq Khan, History of Srinagar, 1846-1947: A Study in Socio-Cultural Change (Srinagar: Aamir Publications, 1978)177.

26- Ajmal Khan Niazi, Foaq Alkashir, Muhammad Deen ki Ilmi Adbi Khidmaat (Lahore: Sang-e-meel, 1990)477.

27- G.M.D Sufi- Kasheer (Srinagar: Gulshan Publishers, 2015)25.

28- F.M Hussain- Freedom struggle in Kashmir, 15

29- Sheikh Muhammad Abdullah- Atash Chinar (Rawalpindi: Royal Publishing Company, 2012)51.